AL-HAYAT RESEARCH JOURNAL
AL-HAYAT Research Journal
HJRS HEC Journal Recognition System
ISSN (Online): 3006-4767
ISSN (Print):: 3006-4759
Volume 3 Issue 3 (April-June 2026)

شدت پسندی کے معاشرتی رویوں کی ممانعت: اسوہ حسنہ کی روشنی میں

Prohibition of social attitudes of extremism In the Light of Uswah Hasanah

Muhammad Afzal
PhD scholar, Department of Islamic studies, The Islamia university of Bahawalpur
Email: hafizafzal361@gmail.com

Abstract:

This article explores the Prophetic guidance Uswah Hasanah as a foundational framework for curbing extremist behaviors in society. In the contemporary context of increasing intolerance, hate speech, and social polarization, the life of Prophet Muhammad ﷺ offers a comprehensive model for promoting peace, tolerance, and social harmony. The study begins by defining the concept of social extremism and identifying its root causes and manifestations in Muslim societies today.

Drawing upon Qur'anic injunctions and authentic traditions, the article analyzes nine prominent social behaviors that lead to extremism, including mockery, backbiting, intolerance, sectarianism, verbal abuse, and hate speech. The Prophetic response to each of these behaviors is highlighted to show how mercy, empathy, and mutual respect were central to his mission. Each section presents relevant Hadiths and practical examples from the Prophet's life to illustrate his reformative and inclusive approach.

The article concludes by emphasizing the need for integrating Seerah education in curricula, training scholars in the Prophetic style of dialogue, and fostering a culture of compassion in families, mosques, and media. It offers practical recommendations for policy, education, and religious discourse, asserting that only through the revival of Prophetic ethics can the roots of social extremism be addressed effectively.

تعارف موضوع

عصر حاضر میں انسانی معاشرہ شدت پسندی، عدم برداشت، نفرت اور تعصب جیسے منفی رویّوں کا شکار ہے، جس کے نتیجے میں معاشرتی امن، باہمی رواداری اور انسانی اخوت کو شدید خطرات لاحق ہو چکے ہیں۔ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہونے کے ناطے نہ صرف ان رویّوں کی حوصلہ شکنی کرتا ہے بلکہ ان کا متبادل مثالی طرزِ عمل بھی پیش کرتا ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں ہمیں ایسے واضح اصول اور عملی نمونے ملتے ہیں جو ایک پر امن، معتدل اور مہذب معاشرہ تشکیل دینے میں رہنمائی فراہم کرتے ہیں۔

زیر نظر مضمون میں ہم ان معاشرتی رویّوں کا جائزہ لیتے ہیں جو شدت پسندی کو جنم دیتے ہیں، جیسے کہ تحقیر، غیبت، فرقہ واریت، زبان درازی اور قطع رحمی وغیرہ۔ ان تمام منفی عادات کے مقابل سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں مثبت طرزِ عمل، حسنِ اخلاق، نرمی، اور بردباری کو اجاگر کیا گیا ہے تاکہ معاشرے میں فکری اور عملی اصلاح کی راہ ہموار کی جاسکے۔

اہمیت وضرورت

معاشرتی امن اور باہمی احترام کسی بھی مہذب معاشرے کی بنیادی ضرورت ہوتے ہیں۔ جب سماج میں طنز، تحقیر، فرقہ واریت، بدزبانی، اور عدم برداشت جیسے رویّے پروان چڑھتے ہیں تو نہ صرف افراد کے مابین خلیج بڑھتی ہے بلکہ قومی یکجہتی بھی شدید متاثر ہوتی ہے۔ عصرِ حاضر میں شدت پسندی نے جو معاشرتی نقصان پہنچایا ہے، وہ ہمیں ان رویّوں پر سنجیدگی سے غور کرنے پر مجبور کرتا ہے تاکہ ہم اپنی اصلاح کرکے معاشرتی ہم آہنگی کی فضا قائم کرسکیں۔

سیرتِ نبوی ﷺ ہمیں ایسے تمام رویّوں سے بچنے کی تعلیم دیتی ہے جو نفرت، تعصب اور دشمنی کو جنم دیتے ہیں۔ آپ ﷺ کا اسلوبِ زندگی ہمیں برداشت، نرمی، عفوو درگزر اور معاشرتی احترام کا عملی نمونہ فراہم کرتا ہے۔ اسوۂ حسنہ کی روشنی میں معاشرتی شدت پسندی کے مظاہر کی ممانعت نہ صرف انفرادی تربیت کا حصہ ہے بلکہ ایک پرامن اور اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کے لیے لازمی اقدام بھی ہے۔

عصرِ حاضر میں جب سوشل میڈیا، مذہبی جلسے، اور دیگر پلیٹ فارمز شدت پسند بیانیوں کو فروغ دے رہے ہیں، تو یہ مزید ضروری ہو گیا ہے کہ ہم نبوی اسوہ کو اپناتے ہوئے ان تمام منفی رویّوں کا سدباب کریں۔ اس مقصد کے لیے تعلیمی اداروں، دینی مراکز، اور میڈیا کو ایک متوازن اور اخلاقی پیغام عام کرنے کی ضرورت ہے تاکہ نئی نسل میں مثبت اور اعتدال پسند فکر پروان چڑھے۔

شدت پسندی کا معاشرتی مفہوم

اسلامی معاشرہ اعتدال، ہم آہنگی، احترام، اور حسنِ اخلاق کا آئینہ دار ہوتا ہے، جس میں کسی قسم کی شدت، تنگ نظری، یا متشدد رویے کی گنجائش نہیں۔ تاہم جب کسی فرد یا گروہ کی سوچ، رویہ یا طرزِ عمل میں حد سے بڑھا ہوا ردعمل، عدم برداشت یا نفرت کا عنصر غالب آ جائے تو ایسے رجحان کو "شدت پسندی" سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ معاشرتی شدت پسندی سے مراد وہ طرزِ عمل ہے جو معاشرتی سطح پر دوسروں کے ساتھ نفرت، تعصب، امتیاز، بدتمیزی، یا اذیت رسانی کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہ رویے صرف ذاتی سطح پر نہیں بلکہ خاندانی، معاشرتی، مذہبی اور قومی سطح تک پھیل کر معاشرے میں انتشار، ٹوٹ پھوٹ اور بداعتمادی کو جنم دیتے ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے افراط و تفریط سے بچنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا

"وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا"

اور اسی طرح ہم نے تمہیں ایک درمیانی امت بنایا[1]

اسلام نے معاشرتی زندگی میں "وسطیت" یعنی اعتدال کو پسند فرمایا اور ہر طرح کی شدت پسندی کو ناپسند کیا۔ سیرتِ طیبہ کا مطالعہ ہمیں سکھاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرتی سطح پر کبھی سختی، زور زبردستی، یا تحقیر کا رویہ نہیں اپنایا۔ آپ ﷺ نے حتی الامکان نرمی، حلم، اور اخوت کا درس دیا۔ ایک موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ"

بیشک دین آسان ہے، اور جو اسے سختی سے اختیار کرے گا وہ مغلوب ہو جائے گا[2]

یہ ارشاد مبارک ایک ہمہ گیر اصول بیان کرتا ہے جو شدت پسندی کے ہر مظہر کے رد میں پیش کیا جا سکتا ہے۔ لہٰذا شدت پسندی کا معاشرتی مفہوم صرف نظریاتی نہیں بلکہ عملی و اجتماعی سطح پر بھی انتہائی اہمیت کا حامل ہے، اور اس کے بہتر ادراک کے لیے اس کے مختلف مظاہر اور اطلاقات کو سمجھنا ناگزیر ہے۔

شدت پسندی کے معاشرتی مظاہر

معاشرتی شدت پسندی صرف ایک نظری اصطلاح نہیں بلکہ ایک عملی حقیقت ہے، جو مختلف صورتوں میں معاشروں کے اندر سرایت کر چکی ہے۔ جب انسان اپنے مخالفین کے لیے نرمی، برداشت، اور رواداری کے بجائے غصہ، تضحیک، طعن و تشنیع، اور نفرت جیسے جذبات اپناتا ہے، تو یہ رویے رفتہ رفتہ شدت پسندی کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ ان مظاہر میں بدکلامی، سماجی بائیکاٹ، فرقہ وارانہ نفرت، مسلکی تعصب، کردارکشی، مذہبی دشمنی، اور لسانی یا نسلی بنیاد پر تفریق شامل ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں ان تمام مظاہر کی واضح نفی نظر آتی ہے۔ آپ ﷺ نے ہر طبقے، مذہب، اور قوم کے افراد سے حسنِ سلوک کا مظاہرہ کیا، خواہ وہ یہودی ہوں، مشرک ہوں یا منافق۔ آپ ﷺ نے معاشرتی سطح پر شدت و سختی کے بجائے نرمی، اصلاح، اور حکمت کو اپنایا۔ مثال کے طور پر، جب ایک اعرابی نے مسجدِ نبوی ﷺ میں پیشاب کیا تو صحابہؓ نے غصے میں اسے روکنا چاہا، لیکن نبی کریم ﷺ نے نہ صرف اسے نرمی سے سمجھایا بلکہ صحابہ کو بھی حکمت اور برداشت کا سبق دیا۔

دَعُوهُ، ثُمَّ أَهْرِيقُوا عَلَى بَوْلِهِ سَجْلًا مِنْ مَاءٍ، فَإِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُيَسِّرِينَ، وَلَمْ تُبْعَثُوا مُعَسِّرِينَ

اسے چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر پانی ڈال دو، تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، سختی کرنے والے نہیں[3]

یہی حکمت عملی ہمیں معاشرتی شدت پسندی کے مظاہر کا عملی علاج فراہم کرتی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے منافقین کی گستاخیوں اور سازشوں کے باوجود ان کے ساتھ عمومی معاملات میں حسنِ اخلاق، صبر، اور دھیما پن برقرار رکھا۔ یہ طرزِ عمل ہمیں سکھاتا ہے کہ محض اختلاف کی بنیاد پر بائیکاٹ، بدزبانی یا دشمنی اپنانا اسلامی تعلیمات کے منافی

CC BY

ہے۔ مزید بر آں، فتح مکہ کا واقعہ شدت پسندی کے تمام معاشرتی اطلاقات کی نفی کی عظیم مثال ہے۔ ایک ایسا وقت جب نبی کریم ﷺ کو اپنے تمام دشمنوں پر غلبہ حاصل تھا، آپ ﷺ نے نہ انتقام لیا، نہ قتل عام کیا، بلکہ فرمایا

اِذْهَبُوا فَأَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ جاؤ، تم سب آزاد ہو[4]

یہ عظیم الفاظ ایک ایسے سماج کی بنیاد رکھتے ہیں جو انتقام کے بجائے معافی، نفرت کے بجائے محبت، اور شدت کے بجائے اعتدال پر قائم ہو۔ ان تمام مثالوں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ شدت پسندی کے مظاہر معاشرتی خرابی کا سبب بنتے ہیں، اور ان کا حل صرف اُس اسوہ میں ہے جو نبی رحمت ﷺ نے اپنی زندگی میں پیش کیا۔

معاشرتی شدت پسند رویوں کی ممانعت اسوہ حسنہ کی روشنی میں

نبی کریم ﷺ کی سیرت ایک مکمل اور ہمہ جہت نمونہ ہے، جس میں اختلاف کے باوجود محبت، برداشت اور حکمت کا سبق دیا گیا۔ مدینہ منورہ میں مختلف قبائل، مذاہب اور گروہوں کے درمیان اختلافات کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے میثاقِ مدینہ کے ذریعے معاشرتی ہم آہنگی کو فروغ دیا، اور تمام اقوام و مذاہب کو پر امن بقائے باہمی کے اصولوں پر متحد کیا۔ اس معاہدہ کی ایک اہم شق یہ بھی تھی۔

لَهُمْ نَصْرٌ عَلَى مَن دَهَمَ يَثْرِبَ، وَأَهْلُهَا يَدٌ وَاحِدَةٌ

مدینہ پر حملہ آور دشمن کے مقابلے میں تمام فریقین مدد کریں گے، اور اہلِ مدینہ ایک متحد قوت ہوں گے[5]

یہ فرامین نبوی ﷺ اس بات کی واضح مثال ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مخالفین کے ساتھ بھی سماجی سطح پر احترام، تعاون، اور اجتماعی امن کا درس دیا۔

اس مثالی رویے کی ایک اور مثال ہمیں عبد اللہ بن ابی جیسے منافق کی وفات کے موقع پر ملتی ہے، جس کے بارے میں نبی کریم ﷺ کو اس کی دشمنی کا علم تھا، مگر آپ ﷺ نے صبر و تحمل کا مظاہرہ فرمایا، یہاں تک کہ اُس کی نمازِ جنازہ کے لیے کھڑے ہو گئے۔ کچھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ کو اس سے روکنے کی کوشش کی اور قرآن مجید میں ممانعت کی آیات نازل ہو گئیں آپ ﷺ نے فرمایا تھا

لَوْ أَعْلَمُ أَنِّي إِنْ زِدْتُ عَلَى السَّبْعِينَ يَغْفِرْ لَهُ، لَزِدْتُ

اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ ستر سے زیادہ مرتبہ استغفار پر اللہ اسے بخش دے گا تو میں ضرور مزید کرتا[6]

نبی کریم ﷺ نے معاشرتی تعلقات کو ذاتی دشمنی یا جذبات کی بنیاد پر خراب نہیں ہونے دیا، بلکہ ہر موقع پر خیر، نرمی، اور درگزر کو فوقیت دی۔ لہٰذا، جب ہم آج کے معاشرتی ماحول کا مشاہدہ کرتے ہیں تو ہمیں یہ حقیقت تسلیم کرنا پڑتی ہے کہ شدت پسندی کے عمومی رویے نہ صرف اسلامی اخلاق کے منافی ہیں بلکہ انسانیت کے اجتماعی امن کے لیے بھی تباہ کن ہیں۔ ان کا تدارک صرف اسی وقت ممکن ہے جب ہم ان رویوں کو واضح طور پر ممنوع اور مذموم تسلیم کریں۔

اسلامی تعلیمات میں انسان کی حرمت و عزت کو بنیادی مقام حاصل ہے۔ اسلام نے جس معاشرتی نظام کو تشکیل دیا، اس کی بنیاد باہمی احترام، برابری، عزتِ نفس اور حسنِ اخلاق پر ہے۔ معاشرتی شدت پسندی کے جو رویے سیرتِ طیبہ کی روشنی میں ممنوع قرار دیے گئے ہیں، ان میں تحقیر و تذلیل، طنز و تمسخر، طعن و تشنیع سر فہرست ہیں۔ آئندہ صفحات میں ہم ایسے تمام رویوں کے سدباب کے لئے سیرت طیبہ سے ملنے والی رہنمائی کا تذکرہ کریں گے۔

1۔ تحقیر و طنز کی ممانعت

نبی کریم ﷺ نے متعدد احادیث میں طنز و تمسخر کو سختی سے ممنوع قرار دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اسے حقیر نہ جانے؛ ہر مسلمان کا خون، مال اور عزت دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔[7]

یہ حدیث نبی کریم ﷺ کے معاشرتی اخلاق کا وہ جامع دستور ہے جس میں انسانی حرمت کو ہر حال میں محفوظ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں لفظ لَا يَحْقِرُهُ "یعنی" وہ اسے حقیر نہ جانے "ایک اخلاقی ہدایت ہی نہیں بلکہ معاشرتی شدت پسندی کے خلاف بنیادی اصول ہے۔

سیرتِ طیبہ میں تحقیر کی ممانعت کی عملی مثالیں واضح ہیں جیسا کہ ایک غلام، سیاہ فام، حبشی النسل شخصیت کو نبی کریم ﷺ نے نہ صرف عزت بخشی بلکہ اذان جیسے عظیم منصب پر فائز فرمایا۔ جب حضرت ابوذر غفاریؓ نے ایک موقع پر حضرت بلالؓ کو "یا ابن السوداء (اے سیاہ فام کی اولاد) کہہ دیا، تو نبی کریم ﷺ کو سخت ناگوار گزرا اور آپ ﷺ نے رد عمل میں فرمایا

"تم ایسے شخص ہو جس میں ابھی جاہلیت باقی ہے۔"[8]

یہ اس بات کا واضح پیغام تھا کہ نسلی و جسمانی تحقیر اسلام میں قطعی ناقابلِ برداشت ہے۔

اسی طرح آپ ﷺ نے غریب و مفلس اصحاب کے احترام کی تلقین فرمائی ایک موقع پر کچھ قریشی سرداروں نے نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ آپؐ ان غریب صحابہؓ کو اپنی مجلس سے ہٹادیں تاکہ وہ(امراء) آپ سے بآسانی ملاقات کر سکیں، مگر قرآن مجید میں اس سے سختی سے منع کر دیا گیا

"وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَوٰةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيدُونَ وَجْهَهُ"

ان لوگوں کو اپنے سے دور نہ کریں جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں[9]

عام طور پر دوسروں کے ساتھ مذاق ان کی تحقیر کا سبب بن جاتا ہے اسی لئے ایسے مذاق کی اجازت نہیں نبی کریم ﷺ نے فرمایا

"کسی شخص کے برے ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے"[10]

یہ ایک اصولی قاعدہ ہے کہ طنز، تمسخر، اور تحقیر نہ صرف گناہ ہیں بلکہ انسان کی اخلاقی پستی کی علامت بھی ہیں۔

معاشرتی شدت پسندی کے بنیادی اسباب میں سے دوسرے انسان کو اپنی زبان، رنگ، نسل، قوم، ذات یا مالی حیثیت کی بنیاد پر حقیر جاننا ہے۔ اس سے نفرت، دوری، اور تعصب جنم لیتے ہیں۔

2۔ غیبت، بہتان اور بدگمانی کی ممانعت

اسلام ایک ایسا دین ہے جو انسانی تعلقات کو عدل، احسان، عزت اور خیر خواہی کی بنیاد پر استوار کرنے کا حکم دیتا ہے۔ جب کہ غیبت، بہتان اور بدگمانی یہ تینوں ایسے اخلاقی امراض ہیں جو تعلقات میں بگاڑ کا سبب بنتے ہیں اور ان کے کے بارے میں قرآن و سنت میں سخت وعید آئی ہے، اور نبی کریم ﷺ کی سیرتِ طیبہ میں ان کی سخت ممانعت نظر آتی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں غیبت کی مذمت کی گئی ہے نبی کریم ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا

أتدرون ما الغيبة؟ قالوا: الله ورسوله أعلم. قال: ذكرك أخاك بما يكره

کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے عرض کیا: اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا: تمہارا اپنے بھائی کا ذکر اس چیز سے کرنا جو اسے ناپسند ہو۔[11]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر حادثۂ افک کے موقع پر بعض منافقین نے بہتان لگایا۔ نبی کریم ﷺ نے معاملہ اللہ پر چھوڑ دیا اور تحقیق کے بعد قرآن کی آیات نازل ہوئیں جو حضرت عائشہؓ کی پاک دامنی کا اعلان تھیں۔[12]

یہ واقعہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ بہتان کتنا خطرناک جرم ہے، اور نبی کریم ﷺ نے بغیر دلیل کے کسی پر الزام لگانے سے ہمیشہ منع فرمایا۔ سیرتِ نبوی ﷺ میں بدگمانی سے روکا گیا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا

گمان سے بچو، کیونکہ گمان سب سے جھوٹی بات ہے۔[13]

ایک موقع پر نبی کریم ﷺ اپنی زوجہ صفیہؓ کے ساتھ رات کو گزر رہے تھے تو دو صحابہ نظر آئے۔ آپ ﷺ نے فوراً فرمایا یہ صفیہ بنت حیی ہیں یعنی میری بیوی ہیں۔[14]

چنانچہ نبی کریم ﷺ بدگمانی کے ہر امکان کو ختم کرنا چاہتے تھے تاکہ کسی بھی مسلمان کے دل میں کوئی وسوسہ یا گمان پیدا نہ ہو۔ غیبت، بہتان اور بدگمانی یہ وہ بیماریاں ہیں جو ایک فرد کے باطن کو بھی خراب کرتی ہیں اور معاشرے کے تانے بانے کو بگاڑنے کا سبب بنتی ہیں اس لئے ہادی کائنات ﷺ نے ان سے منع فرمایا دیا۔

3۔ عدم برداشت اور انتقامی رویہ کی ممانعت

اسلامی معاشرت کا حسن حلم، برداشت، درگزر اور رواداری ہے، معاشرتی شدت پسندی میں جب برداشت کا دامن چھوٹ جائے اور انتقام کی سوچ غالب آجائے، تو فساد، بدامنی، ٹکراؤ اور تفرقہ جنم لیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرتِ طیبہ ان رویوں کی نفی کا کامل اور مجسم نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے زندگی کے ہر مرحلے پر دشمنوں، مخالفین حتیٰ کہ ذاتی نقصان پہنچانے والوں کے ساتھ بھی تحمل، درگزر اور اصلاح کا راستہ اختیار فرمایا۔

جب رسول اللہ ﷺ طائف تشریف لے گئے اور وہاں کے سرداروں نے نہ صرف آپ کی دعوتِ توحید کو رد کیا بلکہ بچوں اور اوباشوں سے پتھر اؤ کروایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے جوتے خون سے بھر گئے۔ اُس وقت اگر کوئی انتقامی رویہ مناسب ہو سکتا تھا تو یہی موقع تھا، لیکن نبی کریم ﷺ نے جبریلؑ کی طرف سے پہاڑوں کے فرشتے کی پیشکش کو رد کر دیا اور فرمایا

بَلْ أَرْجُو أَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ مِنْ أَصْلَابِهِمْ مَنْ يَعْبُدُ اللَّهَ وَحْدَهُ لَا يُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا

بلکہ میں تو اللہ سے امید رکھتا ہوں کہ ان کی نسلوں میں ایسے لوگ ہوں گے جو ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور شرک نہ کریں گے[15]

CC BY

یہ حلم و درگزر کا وہ تاریخی منظر ہے جس نے اسلامی دعوت کے مزاج کو واضح کر دیا: عدمِ انتقام اور اصلاح کا جذبہ۔ فتح مکہ وہ موقع تھا جب اہلِ مکہ، جنھوں نے 13 سال تک ظلم و ستم کی انتہا کر دی تھی، آپ ﷺ کے رحم و انصاف کے سامنے عاجز کھڑے تھے۔ صحابہؓ کو بھی اندازہ تھا کہ اب کفار کا انجام کیا ہو گا، مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ، يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ

آج تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے، اور وہ سب سے بڑھ کر رحم فرمانے والا ہے۔[16]

یہ اعلان اُس ذات کی زبان سے تھا جن کے قتل کے منصوبے بنائے گئے، جن کے پیروکار شہید کیے گئے، جنہیں وطن بدر کیا گیا۔ یہ سیرتِ نبوی ﷺ کی اعلیٰ ترین برداشت اور انتقامی رویے کی کامل نفی ہے۔

"وحشی بن حربؓ وہ شخص تھے جنہوں نے نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کو احد میں شہید کیا تھا۔ بعد ازاں وہ ایمان لے آئے۔ نبی کریم ﷺ کا ذاتی رنج اپنی جگہ، مگر آپ ﷺ نے فرمایا اپنا چہرہ مجھ سے چھپا لیا کرو[17]

یہ قولِ نبوی اس بات کا مظہر ہے کہ ذاتی دکھ کے باوجود آپ ﷺ نے وحشیؓ کے ایمان کو قبول کیا، انہیں اسلامی معاشرے میں داخل ہونے کا حق دیا اور بدلے کی کوئی خواہش ظاہر نہیں کی۔ مدینہ میں موجود کئی منافقین نہ صرف نبی کریم ﷺ کی مخالفت کرتے بلکہ سازشیں بھی کرتے تھے۔ عبد اللہ بن اُبی بن سلول، جو منافقین کا سردار تھا، نے متعدد مواقع پر اہانت آمیز جملے کہے، مگر آپ ﷺ نے ہمیشہ اسے سیاسی حکمت، رواداری اور مصلحت سے برداشت کیا۔

"حتیٰ کہ جب وہ مر گیا تو نبی کریم ﷺ نے اس کے بیٹے کی محبت اور امت کی وحدت کے پیشِ نظر اس کا جنازہ بھی پڑھایا حالانکہ قرآن میں اس کے رویے پر تنبیہ موجود تھی۔[18]

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بدو آیا اور نبی کریم ﷺ سے سخت لہجے میں سوال کیا، مگر آپ ﷺ نے جواب میں نرم الفاظ استعمال کیے مجھے تو صرف معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔[19]

یعنی آپ ﷺ نے غصے کا جواب برداشت اور حلم سے دیا۔ یہ رسولِ اکرم ﷺ کا روزمرہ کا اسلوب تھا۔

"غزوۂ احد کے بعد جب آپ ﷺ شدید زخمی ہوئے، دندان مبارک شہید ہوئے، جسم مبارک سے خون بہنے لگا، تو صحابہ نے گزارش کی کہ کفار کے لیے بددعا کیجیے، مگر آپ ﷺ نے فرمایا

"اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے[20]

نبی کریم ﷺ کی پوری سیرت عدمِ برداشت اور انتقامی رویے کے برعکس حلم، برداشت، درگزر، عفو و اصلاح کا عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ان جذبات کی نہ صرف مذمت فرمائی بلکہ ان کے تدارک کے لیے ایسا عملی اسلوب اپنایا جو ہر دور میں قابلِ تقلید ہے۔ عصرِ حاضر میں جب معاشرتی شدت پسندی عروج پر ہے، تو ہمیں سیرتِ نبوی ﷺ سے ان اصولوں کو اخذ کرنا ہو گا تاکہ معاشرتی ہم آہنگی، امن، اور عدل قائم ہو۔

4۔ فرقہ واریت اور مسلکی تعصب کی ممانعت

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو فرقہ واریت کے فتنوں سے بچنے کی تلقین کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسلام ایک ایسا آفاقی پیغام ہے جو انسانیت کو وحدت، اخوت اور برابری کے اصولوں پر قائم معاشرہ مہیا کرتا ہے۔ لیکن جب امتِ مسلمہ فرقوں، گروہوں، اور مسلکی تعصبات میں تقسیم ہو جائے تو یہ نہ صرف اسلامی اخوت کے خلاف ہے بلکہ امت کی وحدت کے لیے بھی زہرِ قاتل بن جاتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ کی پوری زندگی اس بات کی گواہ ہے کہ آپ ﷺ نے امت کو تفرقہ، تعصب اور باہمی نفرت سے روکا، اور ہر سطح پر اتحاد، اعتدال، اور فکری رواداری کو فروغ دیا۔ نبی کریم ﷺ نے متعدد مواقع پر اپنی امت کو گروہ بندی سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا مشہور فرمان ہے۔

"مَن عاشَ منكم فسيرى اختلافًا كثيرًا، فعليكم بسُنَّتي وسنَّةِ الخلفاءِ الرَّاشدينَ المهديِّينَ"

تم میں سے جو زندہ رہے گا وہ بہت اختلافات دیکھے گا، پس تم میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو[21]

OPEN ACCESS

نبی کریم ﷺ نے مستقبل کے ممکنہ فکری انتشار کو دیکھتے ہوئے امت کو مضبوط رسی یعنی سنتِ نبوی ﷺ سے جُڑے رہنے کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے جاہلیت کی تمام علامات، خصوصاً نسلی، خاندانی، یا قبائلی تعصب کو سختی سے رد فرمایا۔ آپ ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع میں فرمایا

لوگو! تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ (آدم) ایک ہے۔ نہ کسی عربی کو عجمی پر فضیلت ہے، نہ کسی عجمی کو عربی پر۔ نہ کسی گورے کو کالے پر، نہ کالے کو گورے پر؛ فضیلت صرف تقویٰ کی بنیاد پر ہے۔[22]

یہ اعلان امت کے وحدانی مزاج کی بنیاد تھا، جس نے فرقہ وارانہ شناختوں کو دین کی بنیاد بننے سے روکا۔ نبی کریم ﷺ نے عملی طور پر امت کو وحدت، رواداری اور باہمی عزت کی تعلیم دی۔ سیرتِ طیبہ کا ہر پہلو ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ ہم رنگ، نسل، قبیلہ یا مسلک کی بنیاد پر فخر نہ کریں۔ اختلافات کو تفریق نہ بنائیں، چونکہ اسوۂ حسنہ کا ہر پہلو معاشرتی ہم آہنگی، حلم اور رواداری کا مظہر ہے۔ نبی کریم ﷺ نے معاشرتی ہم آہنگی کے قیام کے لیے تعلیمات دیں

5۔ گالم گلوچ اور زبان درازی کی ممانعت

اسلامی معاشرتی تعلیمات میں اخلاقِ حسنہ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، اور ان ہی اخلاقی اوصاف میں سے ایک زبان کی حفاظت ہے۔ اسوہ حسنہ ہمیں زبان کی پاکیزگی، شائستگی اور نرم گوئی کی تعلیم دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی کا مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی کو گالی نہیں دی، نہ کسی کی تحقیر کے لیے سخت زبان استعمال کی۔ سید الانبیاء، امام المرسلین، خاتم النبیین محمد ﷺ نے فرمایا:

"الْمُؤْمِنُ لَيْسَ بِالطَّعَّانِ، وَلَا اللَّعَّانِ، وَلَا الْفَاحِشِ، وَلَا الْبَذِيءِ"

"مؤمن نہ طعنہ دینے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش گو اور نہ گالی گلوچ کرنے والا"[23]

اس حدیث مبارک سے واضح ہوتا ہے کہ گالم گلوچ اور زبان درازی ایمان کے منافی افعال ہیں۔ نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ ﷺ بدترین دشمنوں کے مقابل بھی زبان سے بدکلامی نہیں فرماتے تھے، بلکہ حسنِ اخلاق سے ان کے دلوں کو مسخر کر لیتے تھے۔ علامہ ابن قیمؒ لکھتے ہیں

"وكان صلى الله عليه وسلم أبعد الناس عن الفحش و البذاء، وكان يقول: إن من أحبكم إليّ أحسنكم أخلاقاً"[24]

"آپ ﷺ بدزبانی اور گالی سے سب سے زیادہ دور تھے، اور فرمایا کرتے: تم میں میرے سب سے محبوب وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے بہتر ہیں"

اسی طرح سیرت نگار علامہ شبلی نعمانی (ابو الفضل محمد شبلی) اپنی کتاب میں بیان کرتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ نے زندگی بھر کبھی کسی کو گالی نہ دی، نہ زبان سے کسی کو برا کہا، حتیٰ کہ دشمنوں کے لیے بھی آپ ﷺ کی زبان سے بددعا نہ نکلی"[25]

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک کبھی بھی نازیبا الفاظ سے آلودہ نہ ہوئی۔ آپ ﷺ نے اپنی امت کو نرمی، بردباری اور حسنِ کلام کی تلقین فرمائی اور گالی گلوچ کو جہالت اور فسق کی علامت قرار دیا۔ گالم گلوچ اور زبان درازی نہ صرف اخلاقی گراوٹ کی علامت ہے بلکہ ایمان کی نفی بھی کرتی ہے۔ اسوہ حسنہ ہمیں سکھاتا ہے کہ شائستگی اور حسنِ اخلاق ہی ایک مؤمن کی پہچان ہے۔ نبی کریم ﷺ کی زبانِ مبارک ہمیشہ پاکیزہ رہی اور ہمیں بھی زبان کی حفاظت کا درس دیتی ہے۔

6۔ سماجی نفرت، تعصب اور نسلی تفاخر کی ممانعت

اسلام دینِ مساوات ہے، جو تمام انسانوں کو رنگ، نسل، قوم اور زبان کی تمیز کے بغیر یکساں مقام عطا کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سماجی مساوات، عدم تعصب، اور بھائی چارے کا عملی نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے ہر قسم کی نسلی برتری، قبیلہ پرستی اور تعصب کو جاہلیت قرار دیا اور اس کے خاتمے کے لیے قولاً و عملاً راہنمائی فرمائی۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا:

"يَا أَيُّهَا النَّاسُ، أَلَا إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ، أَلَا لَا فَضْلَ لِعَرَبِيٍّ عَلَى عَجَمِيٍّ، وَلَا لِعَجَمِيٍّ عَلَى عَرَبِيٍّ، وَلَا لِأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لِأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ، إِلَّا بِالتَّقْوَى"[26]

"لوگو! سن لو، تمہارا رب ایک ہے، تمہارا باپ ایک ہے۔ کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، اور کسی کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب"

یہ اعلان سراسر نسلی تعصب، قومی تفاخر اور طبقاتی تفاوت کے خاتمے کا اعلان تھا۔ اسوہ حسنہ نے عملاً اس برابری کو نافذ کیا۔ مثال کے طور پر، حضرت بلالؓ جو ایک حبشی غلام تھے، آپ ﷺ نے انھیں مؤذنِ اسلام مقرر فرمایا اور صحابہ کو حکم دیا کہ ان کی عزت کریں۔ علامہ ابن سعدؒ نے بیان کیا

"وكان رسول الله ﷺ يكرم بلالاً ويقدمه، ولا يرى فرقاً بينه وبين سادات قريش، وكان يقول: إنه رجل من أهل الجنة"[27]

"رسول اللہ ﷺ بلالؓ کو عزت دیتے، آگے رکھتے، اور قریش کے سرداروں کے برابر سمجھتے، اور فرمایا کرتے: یہ جنتی انسان ہے"۔

اسوہ حسنہ کی روشنی میں سماجی نفرت، نسلی تفاخر اور تعصب کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے عالمی منشور، اپنے عمل اور تعلیمات کے ذریعے مساوات، اخوت اور تقویٰ کو اصل معیار قرار دیا۔ رنگ، نسل اور زبان کی بنیاد پر برتری کا تصور جاہلیت کی علامت ہے، جس کی سختی سے ممانعت کی گئی ہے۔

7۔ معاشرتی تعلقات میں قطع رحمی اور دوری کی ممانعت

اسلامی معاشرہ اخوت، ربط اور حسن سلوک پر قائم ہے۔ قرآن وسنت اور اسوہ حسنہ میں معاشرتی تعلقات کو جوڑنے، صلہ رحمی کو فروغ دینے اور قطع تعلقی سے اجتناب پر بار بار زور دیا گیا ہے۔ نبی کریم ﷺ کی سیرت مبارکہ کا مطالعہ واضح کرتا ہے کہ آپ ﷺ ہمیشہ صلح، میل جول اور باہمی محبت کو فروغ دیتے رہے اور قطع رحمی کو ناپسندیدہ عمل قرار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ قَاطِعٌ"[28]

"قطع تعلقی کرنے والا جنت میں داخل نہیں ہو گا"۔

چنانچہ قطع رحمی اتنا سنگین گناہ ہے کہ جنت میں داخلے سے رکاوٹ بن سکتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے رشتہ داروں، پڑوسیوں اور ساتھیوں سے تعلقات جوڑنے کو نہ صرف اخلاقی فریضہ بلکہ دینی ذمہ داری قرار دیا۔ علامہ ابن ہشام (أبو محمد عبد الملک بن ہشام المعافری) نے سیرت النبی میں لکھا:

"وكان رسول الله ﷺ يصل من قطعه، ويعفو عمن ظلمه، ويعطي من حرمه، ويزور من لا يزوره"[29]

"رسول اللہ ﷺ ان سے بھی رشتہ جوڑتے تھے جو تعلق توڑتے، ان کو معاف کر دیتے جو ظلم کرتے، اور ان کو دیتے جو محروم رکھتے، ان کی بھی عیادت فرماتے جو آپ سے کٹ چکے ہوتے"۔

یہ اسوہ حسنہ کی اعلیٰ مثال ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے ساتھ برا سلوک کرنے والوں سے بھی صلہ رحمی فرمائی، قطع تعلقی کو کبھی روا نہ رکھا۔ خصوصاً طائف کے واقعہ کے بعد اہل طائف سے صلح جو طرزِ عمل اس بات کا عملی نمونہ ہے کہ تعلقات میں دوری اور انتقامی رویہ، اسلامی مزاج کے منافی ہے۔ سیرت نگار مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری فرماتے ہیں:

"جب طائف میں نبی کریم ﷺ کو ستایا گیا تو آپ ﷺ نے بددعا نہ کی بلکہ ان کے لیے ہدایت کی دعا کی، تاکہ تعلق بحال ہو نہ کہ منقطع"[30]

آپ ﷺ کی یہ صفت ہمیں سکھاتی ہے کہ صلہ رحمی نہ صرف انسانی اخلاق کا حصہ ہے بلکہ نبوی طرزِ حیات کا مرکز بھی ہے۔ اسوہ حسنہ کی روشنی میں معاشرتی تعلقات میں دوری، قطع رحمی اور عدم تعاون کو سختی سے منع کیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رشتہ جوڑنے، درگزر کرنے اور صلح پسندی کا عملی مظاہرہ کیا۔ ایک مثالی معاشرہ اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب ہم سیرتِ طیبہ کی روشنی میں صلہ رحمی کو اپنائیں اور قطع تعلقی سے بچیں۔

8۔ نفرت انگیز خطابت اور اشتعال انگیزی کی ممانعت

اسلامی تعلیمات میں خطابت کو اصلاح، خیر خواہی اور دعوت کا ذریعہ قرار دیا گیا ہے، نہ کہ نفرت، اشتعال اور تفریق کا۔ رسول اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمیں واضح رہنمائی ملتی ہے کہ زبان وبیان کے ذریعے دلوں کو جوڑا جائے، نہ کہ توڑا جائے۔ نفرت انگیز تقاریر اور اشتعال انگیز زبان، نہ صرف معاشرتی فساد کو جنم دیتی ہیں بلکہ امت کو باہمی نفرت، شدت پسندی اور تفرقے کی طرف دھکیلتی ہیں، جس کی اسلام اور اسوہ حسنہ میں شدید ممانعت آئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"إِنَّ مِنْكُمْ مُنَفِّرِينَ"

"تم میں سے بعض لوگ دوسروں کو دین سے متنفر کرتے ہیں"[31]

یہ حدیث ہمیں واضح پیغام دیتی ہے کہ دین کی دعوت اور اجتماعی اصلاح میں اسلوب کا نرم، حکیمانہ اور جامع ہونا ضروری ہے۔ ایسا اندازِ بیان جو نفرت پیدا کرے، مخاطب کو اشتعال دلائے یا فتنہ انگیزی کا سبب بنے، وہ سیرت نبوی کے سراسر خلاف ہے۔ سیرت نگار امام ابن عبد البر فرماتے ہیں:

"ما كان رسول الله ﷺ فاحشاً ولا متفحشاً، ولا كان يرفع صوته في خطبته بما يؤذي الناس، بل كان كلامه محجة ونوراً"[32]

"رسول اللہ ﷺ نہ خود بدزبان تھے نہ سخت گو، نہ خطبوں میں اپنی آواز ایسے بلند کرتے کہ سننے والوں کو اذیت ہو، بلکہ آپ ﷺ کی بات روشنی وہدایت ہوتی تھی"

OPEN ACCESS

یہ سیرت طیبہ کی روشنی ہے، جس میں اشتعال انگیزی یا نفرت کے کسی پہلو کی گنجائش نہیں۔ آپ ﷺ نے کفارِ مکہ، یہودِ مدینہ اور منافقین کے شدید طعن و تشنیع کے باوجود کبھی اپنے خطابات میں توہین، طعنہ زنی یا عوامی اشتعال کا اسلوب اختیار نہیں کیا۔ مولانا سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"نبی کریم ﷺ کی خطابت سادہ، سچی اور درد بھری ہوتی، جو دلوں میں اترتی، نہ چیخ تھی نہ للکار، نہ نفرت نہ حقارت"[33]

یہ طرزِ خطابت آج کے معاشرے کے خطباؤں اور مقررین کے لیے ایک مثالی نمونہ ہے۔ نفرت پر مبنی تقاریر، اشتعال دلانے والا لب ولہجہ، اور دوسروں کو تنقید کا نشانہ بنانا، اسوہ حسنہ کی روح کے منافی اور دینی و اخلاقی ذمے داری سے انحراف ہے۔

اسوہ حسنہ ہمیں سکھاتا ہے کہ خطابت دلوں کو نرم کرنے، اصلاح کی دعوت دینے اور امت کو جوڑنے کا ذریعہ ہو۔ نفرت انگیز تقاریر اور اشتعال انگیز لب ولہجہ نہ صرف دینی تعلیمات کے منافی ہے، بلکہ معاشرے میں فتنہ، فساد اور شدت پسندی کا باعث بنتا ہے۔ ہمیں نبی کریم ﷺ کے طرزِ خطابت سے رہنمائی لیتے ہوئے محبت، حکمت اور دردمندی کو اپنانا چاہیے۔

9۔ بدسلوکی اور سخت مزاجی کی ممانعت

اسلام ایک ایسا دین ہے جو اپنے ماننے والوں کو حسنِ اخلاق، نرمی، رحم دلی اور خوش اخلاقی کی تعلیم دیتا ہے۔ اسوہ حسنہ کا مطالعہ ہمیں یہ بتاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت سراپا رحمت، شفقت اور نرمی کا پیکر تھی۔ آپ ﷺ نے کسی کے ساتھ سختی، درشتی یا بدسلوکی نہیں فرمائی، حتیٰ کہ دشمنوں اور بدگوؤں کے ساتھ بھی نرم رویہ اختیار فرمایا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی نرم مزاجی کو اس طرح بیان فرمایا:

"پس اللہ کی مہربانی کے سبب آپ ان کے لیے نرم ہو گئے، اور اگر آپ سخت مزاج اور سنگ دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے اردگرد سے ہٹ جاتے"[34]

اس آیتِ مبارکہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدسلوکی اور سخت مزاجی قیادت اور معاشرتی روابط کو کمزور کرتی ہے، اور لوگوں کو متنفر کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس نرمی و شفقت معاشرے میں محبت، ہمدردی اور اعتماد پیدا کرتی ہے۔ علامہ ابن کثیرؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"كان رسول الله ﷺ أحسن الناس خلقاً، لا فظاً ولا غليظاً، يجمع الناس بحلمه وحسن خلقه"

"رسول اللہ ﷺ سب سے بہتر اخلاق والے تھے، نہ سخت گو تھے نہ سخت دل، بلکہ اپنی بردباری اور خوش خلقی سے لوگوں کو جمع کرتے تھے"[35]

آپ ﷺ نے بدسلوکی کے جواب میں بھی نرمی کا مظاہرہ کیا۔ طائف کے واقعہ میں جب آپ ﷺ کو پتھروں سے لہولہان کیا گیا، تب بھی آپ ﷺ نے بددعا نہ دی بلکہ ہدایت کی دعا فرمائی۔ یہی اعلیٰ ظرفی اور حسن سلوک آپ ﷺ کی دعوت کا راز تھی۔ سیرت نگار علامہ ابن حجر عسقلانی بیان کرتے ہیں:

"ما ضرب رسول الله ﷺ أحداً قط، ولا انتقم لنفسه، وكان أحلم الناس وأرحمهم"

"رسول اللہ ﷺ نے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کبھی اپنی ذات کے لیے بدلہ لیا، آپ سب سے زیادہ بردبار اور رحم دل تھے"[36]

اسوہ حسنہ کی روشنی میں بدسلوکی اور سخت مزاجی کی کوئی گنجائش نہیں۔ نبی کریم ﷺ نے شفقت، نرمی اور حسن سلوک کو اپنی دعوت اور معاشرت کا بنیادی ستون بنایا۔ ہمیں چاہیے کہ ہم بھی اپنی نجی و اجتماعی زندگی میں درشتی سے اجتناب کرتے ہوئے اخلاقِ نبوی کو اپنائیں تاکہ ایک پرامن اور مہذب معاشرہ تشکیل دیا جا سکے۔

خلاصہ بحث

نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو فرد اور معاشرے کو اخلاقی، سماجی اور روحانی بلندیوں تک پہنچاتی ہے۔ آپ ﷺ نے معاشرے میں پیدا ہونے والی شدت پسندی، نفرت، تعصب اور افتراق کی جڑیں کاٹنے کے لیے اخلاق حسنہ، نرمی، عفو و درگزر، اور مساوات کو بنیاد بنایا۔ تحقیر، طنز، غیبت، بہتان اور بدگمانی جیسے زہر آلود رویوں سے اجتناب اور بھائی چارے، حسن ظن اور باہمی احترام کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح آپ ﷺ نے عدم برداشت، انتقام اور فرقہ واریت جیسے عناصر کی واضح الفاظ میں مذمت فرمائی اور عملی طور پر ان کا سدباب کیا۔ اسوہ حسنہ ہمیں سکھاتا ہے کہ ایک صالح معاشرہ صرف اسی وقت قائم ہو سکتا ہے جب ہم اپنی زبان، سوچ اور عمل کو اخلاق و مروت کا پابند بنائیں۔

دوسری جانب، گالم گلوچ، نسلی تفاخر، قطع رحمی، نفرت انگیز خطابت اور بدسلوکی جیسے معاشرتی رویے اسوہ حسنہ کی تعلیمات کے سراسر منافی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے نہ صرف ان رویوں کی ممانعت فرمائی بلکہ اپنی زندگی میں ان کا عملی تدارک کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ کی خطابت، نرمی، خوش اخلاقی، اور سب کے ساتھ مساوی سلوک، آج کے معاشرتی بگاڑ کا بہترین علاج ہیں۔ آپ ﷺ نے ظالم کے مقابل بھی زبان درازی یا سختی کا راستہ نہیں اپنایا بلکہ نرمی سے اصلاح کی کوشش کی۔ لہٰذا اگر ہم موجودہ

OPEN ACCESS

دور کے معاشرتی انتشار اور شدت پسندی پر قابو پانا چاہتے ہیں، تو اسوہ حسنہ کو اپنانا ہی واحد راستہ ہے، جو دلوں کو جوڑتا ہے، معاشرے کو سنوارتا ہے اور امت کو وحدت بخشتا ہے۔

سفارشات

1۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی تدریس کو تمام تعلیمی مراحل کے نصاب کا مستقل اور مؤثر حصہ بنایا جائے۔

2۔ علمائے کرام، خطباء اور دینی معلمین کو اسوۂ حسنہ کی روشنی میں شدت پسندی کے خلاف پرامن اور مثبت دعوتی طرز پر تربیت دی جائے۔

3۔ مساجد کو تفرقہ انگیزی سے پاک کر کے انہیں اخلاقی اصلاح، معاشرتی ہم آہنگی، اور بردباری کے فروغ کا مرکز بنایا جائے۔

4۔ سوشل میڈیا، الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا پر سیرتِ طیبہ کے اخلاقی، سماجی اور دعوتی پہلوؤں کو جدید انداز میں عام کیا جائے۔

5۔ خاندانی، دینی اور تعلیمی اداروں میں حسنِ سلوک، رواداری، صلہ رحمی اور گفتگو میں شائستگی جیسے اخلاقِ نبوی کی تربیت کو فروغ دیا جائے۔

6۔ ریاستی پالیسی سازی، قانون سازی اور عدالتی نظام میں سیرتِ طیبہ کے عدل، مساوات، اور نرم روی کے اصولوں کو بنیاد بنایا جائے۔

7۔ مختلف مکاتبِ فکر کے درمیان بین الفرقہ وبین المذاہب مکالمے اور مفاہمت کو فروغ دیا جائے

8۔ شدت پسندی کے خلاف سیرتِ نبوی ﷺ کی روشنی میں ایک جامع، معتدل اور قابلِ عمل بیانیہ ترتیب دیا جائے

9۔ اسلامی ممالک باہم اشتراک سے نوجوانوں کی اخلاقی تربیت کے لیے تربیتی نصاب، ورکشاپس، اور تعلیمی منصوبے تشکیل دیں۔

10۔ انفرادی سطح پر سیرتِ رسول ﷺ کو مطالعہ، عمل، اور اخلاقی کردار میں شامل کرنے کی ترغیب دی جائے۔

حوالہ جات

---

[1] القرآن، 2:143

[2] بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بیروت، دار ابن کثیر، 2001، ح39، ج1، ص161

[3] بخاری، امام ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بیروت، دار ابن کثیر، 2001، ح6128، ج5، ص234

[4] سعد، امام محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، 1990، ج2، ص142

[5] قاسم، امام ابو عبید قاسم بن سلام، کتاب الأموال، قاہرہ، دار الفکر، 1981، ص280

[6] بخاری، امام محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بیروت، دار ابن کثیر، 2001، حدیث:1366، ج2، ص550

[7] مسلم، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1995، حدیث:2564، ج4، ص1985

[8] بخاری، امام البخاری، صحیح البخاری، بیروت: دار ابن کثیر، 2001، کتاب الایمان، حدیث:30، ج1، ص112

[9] القرآن، 6:52

[10] مسلم، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1995، ح2564

[11] مسلم، امام مسلم بن حجاج، صحیح مسلم، بیروت: دار احیاء التراث العربی، 1995، ح2589،

[12] القرآن 11-20

[13] بخاری امام محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بیروت: دار ابن کثیر، 2001، حدیث:6066، ج5، ص2264

[14] بخاری امام محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بیروت: دار ابن کثیر، 2001، ح2035

[15] بخاری، محمد بن اسماعیل البخاری، صحیح البخاری، بیروت: دار ابن کثیر، 2001، حدیث:3231، ج3، ص1170

[16] ابن ہشام، عمرو بن ہشام، السیرۃ النبویۃ، قاہرہ: دار المعارف، 1998، ج4، ص40

[17] البیہقی، دلائل النبوۃ، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، 2002، ج3، ص303

[18] ابن کثیر، حافظ عماد الدین اب کثیر، البدایۃ والنہایۃ، بیروت: دار الفکر، 1998، ج5، ص271

[19] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، امام، ریاض، دار السلام 2009ء سنن ابی داؤد، حدیث: 5139

[20] ترمذی، ابو عیسی محمد بن ثور، جامع الترمذی، حدیث: 2235، ج5، ص78

[21] ابو داؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، بیروت: دار الرسالہ، 2009، حدیث: 4607، ج4، ص200

[22] حنبل، امام احمد بن حنبل، مسند احمد، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 2001، حدیث: 23489، ج5، ص411

[23] ترمذی، أبو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سورۃ، امام، الجامع الصحیح الترمذی، بیروت، دار الغرب الإسلامی، 1998ء، جلد4، صفحہ 350

[24] قیم، شمس الدین محمد الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، قاہرہ: مکتبہ دار الحدیث، 2004ء، جلد1، صفحہ 167

[25] شبلی، محمد شبلی نعمانی، ، سیرت النبی، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2012ء، جلد1، صفحہ 311

[26] حنبل، أبو عبد اللہ أحمد بن محمد حنبل، مسند أحمد بن حنبل، بیروت، دار الحدیث، 1995ء، جلد5، صفحہ 411

[27] ابن سعد، محمد بن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دار صادر، 1998ء، جلد3، صفحہ 180

[28] بخاری، أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل، الجامع الصحیح، استنبول، دار طوق النجاۃ، 2001ء، جلد8، صفحہ 21

[29] ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ، بیروت، دار المعرفۃ، 2004ء، جلد1، صفحہ 383

[30] مبارکپوری، مولانا صفی الرحمٰن، الرحیق المختوم، لاہور، مکتبہ دار السلام، 2011ء، صفحہ 142

[31] بخاری، أبو عبد اللہ محمد بن إسماعیل، الجامع الصحیح، استنبول، دار طوق النجاۃ، 2001ء، جلد1، صفحہ 205

[32] ابن عبد البر، یوسف بن عبد اللہ، الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، قاہرہ، دار الجیل، 2002ء، جلد1، صفحہ 105

[33] ندوی، سلیمان ندوی، مولانا، سیرت النبی، لاہور، ادارہ اسلامیات، 2013ء، جلد2، صفحہ 198

[34] القرآن 3:159

[35] ابن کثیر، أبو الفداء إسماعیل بن عمر بن کثیر الدمشقی، تفسیر القرآن العظیم، بیروت، دار الفکر، 2005ء، جلد1، صفحہ 431

[36] ابن حجر، أبو الفضل أحمد بن علی بن محمد بن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، قاہرہ: دار الریان للتراث، 1987ء، جلد10، صفحہ 455